TQ-Lesson 197 Surah Namal Ayat 22-44 tafseer-1

آیت نمبر 22۔ فَمَكَثَ غَيْرَ بَعِيدٍ فَقَالَ أَحَطْتُ بِمَا لَمْ تُحِطْ بِهِ وَجِئْتُكَ مِنْ سَبَإٍ بِنَبَإٍ يَقِينٍ

ترجمہ۔ کچھ زیادہ دیر نہ گزری تھی کہ اُس نے آ کر کہا میں نے وہ معلومات حاصل کی ہیں جو آپ کے علم میں نہیں ہیں میں سبا کے متعلق یقینی اطلاع لے کر آیا ہوں

فَمَكَثَ **(م ک ث)** کے معنی ہوتے ہیں کسی کے انتظار میں ٹھہرنا پس انتظار کیا کتنا انتظار کیا **غَيْرَ بَعِيدٍ** غیرَ سوائے کے معنی دیتا ہے، نہیں کے معنی بھی دیتا ہے اور **بَعِيدٍ** دور کے لیے آتا ہے تو **غَيْرَ بَعِيدٍ** بغیر دور کے گویا کہ معنی یہاں پر یہ ہیں کہ کچھ زیادہ انتظار نہ کیا کچھ زیادہ دیر نہ گزری تھی **فَقَالَ** پس اس نے آکر کہا اب کہنے والا کون ہے؟ ہد ہد اور آپ پیچھے کے سبق میں یہ بات پڑھ بھی چکی ہیں کہ حضرت سلیمان علیہ السلام کی جو فوجیں تھیں وہ جنوں کی بھی تھیں پرندوں کی بھی تھیں انسانوں کی بھی تھیں اور پھر وہ اپنی جو فوجیں تھیں ان کا معائنہ کیا کرتے تھے اور ان کا جائزہ لیا کرتے تھے دیکھا کرتے تھے کہ کون کون سے لشکر ہیں اور کیا کر رہے ہیں کس کی کون سا کام ہے اور جب وہ اپنے پرندوں کے لشکروں کا جائزہ لے رہے تھے تو ان کو ہد ہد نظر نہیں آرہا تھا **مَا لِيَ لَآ أَرَى ٱلْهُدْهُدَ** اور ہد ہد کی جمع کیا ہے **هَدَاهِدْ** ، کہ مجھے ہدہد نظر نہیں آرہا **أَمْ كَانَ مِنَ ٱلْغَآئِبِينَ** کیا وہ غائبین میں سے ہے **لَأُعَذِّبَنَّهُۥ عَذَابًا شَدِيدًا** اگر وہ غائب ہو گیا ہے تو میں اس کو سخت سزا دوں گا **أَوْ لَأَاْذْبَحَنَّهُ** یا پھر میں اس کو ذبح ہی کر ڈالوں گا **أَوْ لَيَأْتِيَنِّى بِسُلْطَٰنٍ مُّبِينٍ** ورنہ اس کو میرے سامنے کوئی معقول وجہ پیش کرنی ہوگی اور حضرت سلیمان علیہ السلام کے بارے میں آتا ہے کہ جب ان کے لشکر جاتے تھے تو بعض اوقات لشکر کے لیے پانی کی ضرورت ہوتی تھی اور آپ کو پتہ ہے کہ وہ کتنے سمجھدار تھے وہ اپنے لشکر کی تمام ضروریات کا انتظام بھی کرتے تھے تو یہ جو ہدہد پرندہ تھااس کے اندر اللہ نے یہ صلاحیت رکھی ہوئی ہے کہ جس جگہ پانی سطح زمین کے قریب ہوتا ہے تو اس کو پتہ چل جاتا ہے تو ہدہد سے آپ یہ کام لیتے تھے اور پھر جن کیا کرتے تھے کھود کر وہاں سے پانی نکال لیتے تھے تو ہدہد خبر دیتا تھا کہ یہاں پانی ہے قریب ہی ہے یہاں زیادہ آسان ہے یہاں سے لینا اور جن کیا کرتے تھے کھودتے تھے اور پانی نکال لیتے تھے یا پھر لوگ یہ کہتے ہیں کہ آپ اس سے جاسوسی کا کام بھی لیا کرتے تھے جیسے کہ خبریں لینا، ممکن ہے آپ نے مختلف پرندے یا جو بھی مختلف لوگ تھے ان کی آپ نے اپنے لشکر میں مختلف ذمہ داریاں لگائی ہوئی تھیں تو ہو سکتا ہے کہ اس وقت حضرت سلیمان علیہ السلام کو جب اندازہ ہوا کہ مجھے ہدہد نظر نہیں آرہا اور ان کو کوئی کام کی ضرورت تھی تو اس لیے انہوں نے کہا کہ وہ کیوں موجود نہیں ہے تو چھٹی کرنے کی اور بغیر علم کے چھٹی کرنے کی انہوں نے آپ سوچیے کتنی سخت تنبیہ کی ہے کتنا سخت چیلنج کیا ہے کتنا سخت اعلان کیا ہے

ے۔ مکتبِ عشق کا دستور نرالا دیکھا

اس کو چھٹی نہ ملی جس نے سبق یاد کیا

تو جو کوئی جہاں بھی موجود ہوتا ہے اس کی کیا ذمہ داری ہوتی ہے کہ بغیر علم میں لائے وہ چھٹی نہیں کرتا وہ غائب نہیں ہوتا اور اگر وہ غائب ہے تو واقعی کوئی عذرِ شرعی ہے تو اس لیے پیغمبر ہیں اور آپ دیکھیں کنٹرول کہ کتنی خوبصورت اور بہترین بات کرتے ہیں اور اب کچھ ہی دیر بعد ، زیادہ دیر نہیں گزری تھی کہ ہدہد آیا۔ **فَقَالَ** پس اس نے کہا **أَحَطتُ بِمَا لَمْ تُحِطْ بِهِۦ** کہ میں نے احاطہ کیا ہے

اس چیز کا جس کا آپ نے احاطہ نہیں کیا تو احاطہ کا لفظ جو ہے **(ح و ط)** سے ہے ایک احاطہ ہوتا ہے جیسے آپ کسی حویلی کے گرد احاطہ کر لیں وہ مادی احاطہ ہوتا ہے نظر آتا ہے ایک ہوتا ہے کسی علم کو جان لینا اور اس کو اپنے پاس محسوس کر لینا وہ حسی ہوتا ہے تو معنی یہاں پر کیا ہیں کہ میں نے وہ معلومات حاصل کی ہیں **بِمَا لَمۡ تُحِطۡ بِهِ** جو آپ کو معلوم نہیں ہیں جو آپ کے علم میں نہیں ہیں تو مفسرین یہ کہتے ہیں کہ ہدہد کا یہ کہنا تھا کہ مجھے جو مکمل علم ہے کسی چیز کے بارے میں وہ آپ کو علم نہیں ہے اصل بات کیا تھی کہ حضرت سلیمان علیہ السلام جو تھے وہ جانتے تو تھے جیسے ان کا علاقہ جو تھا وہ فلسطین کا اور یمن کا علاقہ تھا تو اب آپ دیکھیں کہ یہ جو سبا قوم تھی یہ مشہور تجارت پیشہ قوم تھی اور اس کا دارالحکومت **مآرب تھا** تو اگر آپ غور کریں تو کیا بات پتہ چلتی ہے کہ حضرت سلیمان علیہ السلام کی بادشاہت اتنی بڑی تھی اتنی عظیم تھی کہ ان کو اپنا جو ملک ہے اپنا جو حدود اربع ہے اس کے ساتھ ارد گرد کے علاقے کا بھی علم تھا ان کو پتہ تھا کہ ایک تو ان کا اپنا ملک اور دوسرا یہ کہ تورات کو بھی اگر پڑھیں تو پتہ یہ چلتا ہے کہ حضرت سلیمان علیہ السلام سبا سے واقف تو تھے لیکن بہت تفصیلی نہیں یعنی ایسا نہیں تھا کہ وہ ناواقف ہیں اب فلسطین اور شام کے وہ حکمران ہیں اور بہت دور تک ان کی حکومت ہے کیونکہ آپ کی تجارت بہت دور تک پھیلی ہوئی تھی تو ارد گرد کے علاقوں کی بھی آپ کو خبر تھی علاوہ ازیں زبور سے معلوم ہوتا ہے کہ حضرت سلیمان سے بھی پہلے ان کے والد ماجد حضرت داؤد علیہ السلام سبا سے واقف تھے ، ان کی دعا کے یہ الفاظ زبور میں ہمیں ملتے ہیں: اے خدا ، بادشاہ (یعنی خود حضرت داؤد) کو اپنے احکام اور شاہزادے (یعنی حضرت سلیمان) کو اپنی صداقت عطا فرما ۔ ترسیس اور جزیروں کے بادشاہ نذریں دیا کریں گے ، سبا اور شیبا (یعنی سبا کی یمنی اور حبشی شاخوں) کے بادشاہ ہدیے لائیں گے ۔ اس لیے ہدہد کے قول **بِمَا لَمۡ تُحِطۡ بِهٖ** اس کا مطلب یہ ہے کہ جو چشم دید حالات میں نے قوم سبا کے دیکھے ہیں وہ ابھی آپ تک نہیں پہنچے **وَجِئۡتُكَ** اور میں لایا ہوں آپ کے پاس **مِنۡ سَبَاٍ بِنَبَاٍ يَّقِيۡنٍ** نبا بڑی خبر کو کہتے ہیں ایک بڑی خبر **يَقِينٍ** یقینی، تحقیقی کوئی غلط نہیں ہے بڑی تحقیقی اہم خبر میں لے کر آیا ہوں اور سبا قوم کا نام بھی ہے اور بعض کہتے ہیں کہ یہ علاقے کا نام ہے اور آپ کو پتہ ہی ہے کہ قوم سبا بہت امیر قوم تھی اور امارت کی وجہ کیا تھی؟ دو باتیں ایک یہ تجارت کرتے تھے اور تجارت ان کی بہت پھیلی ہوئی تھی تجارت کی وجہ سے بڑی خوشحالی ان کو حاصل تھی اور دوسرا کیا تھا کہ یہ لوگ زراعت کرتے تھے اور اپنے ملک میں جگہ جگہ بند باندھ کر بہترین نظام آبپاشی تھا ان کا پورا علاقہ جنت بنا ہوا تھا اور ان کے ملک کی جو غیر معمولی سرسبزگی شادابی ہے اس کا ذکر مورخین بھی کرتے ہیں آپ تاریخ کھولیں آپ کو پتہ چلے گا کہتے ہیں اتنی زیادہ ملکہ سبا کے ملک میں خوشحالی تھی اتنے باغات تھے کہ اگر کوئی انسان باہر نکلتا تھا تو باغ ہی باغ نظر آتے تھے اور اگر کوئی خالی ٹوکرا یا کوئی برتن لے کر جاتا باغ کے اندر تو بغیر توڑے پھل اس میں گرتے اور وہ بھر جاتا اتنا زیادہ ان کو دیا ہوا تھا اللہ تعالیٰ نے اور سبا کی ملکہ کا جو نام ہمیں پتہ چلتا ہے وہ کیا ہے ؟ بلقیس

آیت نمبر23- اِنِّىۡ وَجَدْتُّ امۡرَاَةً تَمۡلِكُهُمۡ وَاُوۡتِيَتۡ مِنۡ كُلِّ شَىۡءٍ وَّلَهَا عَرۡشٌ عَظِيۡمٌ

ترجمہ۔ میں نے وہاں ایک عورت دیکھی جو اس قوم کی حکمران ہے اُس کو ہر طرح کا ساز و سامان بخشا گیا ہے اور اس کا تخت بڑا عظیم الشان ہے

تو وہ کہتا ہے کہ میں یقینی خبر لایا ہوں **إِنِّى وَجَدتُّ ٱمْرَأَةً** کہ میں نے پایا ہے وہاں ایک عورت کو **وَجَدتُّ** کے معنی کیا ہیں میں نے پایا میں نے دیکھا **امرَأَةً** ایک عورت اور نام کیا اس کا جو ہمیں پتہ چلتا ہے بلقیس **تَمْلِكُهُمْ** وہ حکومت کرتی ہے **تَمْلِكُهُمْ "هُمْ"** یعنی اس قوم کے لیے آیا ہے وہ اس قوم پر حکومت کرتی ہے اس پر بادشاہت کرتی ہے وہ **وَأُوتِيَتْ** اور دیا گیا ہے اور بخشا گیا ہے اس کو **مِن كُلِّ شَىْءٍ** ہر چیز، ہر طرح کا سازوسامان، ہر طرح کی چیزیں اور مال و دولت جو بھی ضرورت کی چیزیں ہیں وہ ساری کی ساری ملکہ کو عطا کی گئیں ہیں **وَلَهَا عَرْشٌ عَظِيمٌ** اور اس کا عرش بہت بڑا ہے تو عرش کا لفظ کرسی کے لیے بھی استعمال ہوتا ہے تخت کے لیے بھی استعمال ہوتا ہے چھت کے لیے بھی استعمال ہوتا ہے اور بلندی کے لیے بھی اب ہد ہد کہتا ہے اس کا جو عرش ہے اس کا جو تخت ہے **عَظِيمٌ** بہت بڑا ہے اب آپ دیکھیں کہ ہد ہد خبر دے رہا ہے کہ ملکہ بلقیس جو بڑے عالی شان تخت پر بیٹھ کر حکومت کر رہی ہے حکمرانی کر رہی ہے اور اس سلسلے میں کہ ملکہ کا جو تخت تھا وہ کتنا بڑا تھا تو حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ کا قول ہے کہ اس کا طول 80 ہاتھ عرض اس کا 40 ہاتھ اور اونچائی 30 ہاتھ تھی اس میں موتی سرخ یاقوت اور سبز زمرد جڑے ہوئے تھے اللہ ہی بہتر جانتا ہے لیکن بعض کہتے ہیں کہ اس کا تخت سونے کا تھا اس میں ہیرے جواہرات جڑے ہوئے تھے اور اس وقت ایسا تخت کسی بادشاہ کے پاس نہیں تھا اتنا خوبصورت اور اتنا بڑا اور اتنا عظیم الشان تخت پرندہ بھی کیا کہہ رہا ہے **وَلَهَا عَرْشٌ عَظِيمٌ** بہت بڑا ہے اس کا تخت

آیت نمبر 24۔ وَجَدتُّهَا وَقَوْمَهَا يَسْجُدُونَ لِلشَّمْسِ مِن دُونِ ٱللَّهِ وَزَيَّنَ لَهُمُ ٱلشَّيْطَٰنُ أَعْمَٰلَهُمْ فَصَدَّهُمْ عَنِ ٱلسَّبِيلِ فَهُمْ لَا يَهْتَدُونَ

ترجمہ۔ میں نے دیکھا ہے کہ وہ اور اس کی قوم اللہ کے بجائے سورج کے آگے سجدہ کرتی ہے" شیطان نے ان کے اعمال ان کے لیے خوشنما بنا دیے اور انہیں شاہراہ سے روک دیا، اس وجہ سے وہ یہ سیدھا راستہ نہیں پاتے

وَجَدتُّهَا اور میں نے پایا ہے اس کو **"ها"** کی ضمیر کس کے لیے آئی ہے **امرَأَةً امرَأَةً** کون ہے؟ ملکہ **وَجَدتُّهَا** اگر وہ حکومت کرنے والا مرد ہوتا تو پھر کون سی ضمیر آتی **وَجَدتُّهُ** چونکہ حکومت کرنے والی عورت ہے تو مؤنث کے لیے **"ها"** کی ضمیر آتی ہے میں نے اس عورت کو, اس ملکہ کو پایا ہے **وَقَوْمَهَا** اور اس کی قوم کو اب آپ دیکھیں قوم کی نسبت بھی **ها** اس ملکہ کی طرف کی گئی ہے اس لیے **"ها "** کی ضمیر آئی ہے اور اس کی قوم کو میں نے اس عورت ملکہ بلقیس کو اور اس کی قوم کو پایا ہے وہ کیا کرتے ہیں **يَسْجُدُونَ** وَسَجْدًا کرتے ہیں **لِلشَّمْسِ** سورج کے لیے وہ سورج کو سجدہ کرتے ہیں **مِن دُونِ ٱللَّهِ** اللہ کے سوا اللہ کو چھوڑ کر **وَزَيَّنَ** اور مُزَیَّن کیا ہے اور خوشنما بنایا ہے **لَهُمُ** اُن کے لیے اب **"هُم"** کی ضمیر ملکہ کے لیے بھی ہے اور قوم کے لیے بھی ہے اُن کے لیے مُزَیَّن کر دیا ہے خوبصورت بنا دیا ہے کس نے بنایا ہے **ٱلشَّيْطَٰنُ** شیطان نے اور شیطان **(ش ط ن)** دوری کے لیے آتا ہے ہر طرح کی خیر سے دور ،ہر طرح کی نیکی اور بھلائی کے کاموں سے دور اور خوبصورت بنا دیا ہے شیطان نے **أَعْمَٰلَهُمْ** اُن کے اعمال کو کیا خوبصورت بنا دیا اُن کے اعمال کو مُزَیَّن کر کے پیش کیا خوبصورت بنایا اب ہد ہد جو بات کر رہا ہے وہ کیا ہے کہ ملکہ سبا اور اُس کی قوم کے لوگ وہ اللہ کو چھوڑ کر شرک کر رہے اور وہ سورج کی پُوجا کر رہے ہیں اب ساتھ ہی، وہ یہ بھی بتاتا ہے کہ سورج کی پوجا کرنے کی وجہ کیا ہے سورج کی پو جا کرنے کی وجہ یہ ہے وہ شیطان کے پیچھے

لگے ہوئے ہیں رحمٰن کے نہیں اور شیطان نے ان کے لیے ان کے اعمال خوبصورت بنا دیے اور جب شیطان کسی کے لیے ان کے بدعملوں کو خوبصورت بنا کر پیش کرے تو کرتا کیا ہے **فَصَدَّهُمْ عَنِ ٱلسَّبِيلِ** تو وہ ان کو روک دیتا ہے راستے سے اب آپ دیکھیں **صَدَّ** اس کے معنی کیا ہوتے ہیں رکنا اور روکنا لازم اور متعدی دونوں معنی اس کے اندر پائے جاتے ہیں اس نے روک دیا ہے ان کو **عَنِ ٱلسَّبِيلِ** اور **ٱلسَّبِيلِ** کے معنی توحید کے ہیں روک دیا ہے صراط مستقیم سے صحیح راستے سے **فَهُمْ لَا يَهْتَدُونَ** اس وجہ سے وہ سیدھا راستہ نہیں پاتے اس لیے ان کو پتہ ہی نہیں چل رہا کہ سیدھا راستہ کونسا ہے اور اچھا راستہ کونسا ہے تو اب کیا بات پتہ چل رہی ہے کہ اہلِ سبا جو تھے وہ سورج پرَست تھے اور ان کی ساری کوششیں کیا تھیں کہ زیادہ سے زیادہ دولت کمائیں اور اپنا میعار زندگی بُلند کریں ان کو شیطان نے یہی بات بتائی ان کی عقلی اور فکری صلاحیتیں جو تھیں شیطان ان کا یہی استعمال ان سے کروا رہا تھا کہ وہ دنیا کی زندگی کو زیادہ سے زیادہ شاندار بنائیں اور آپ دیکھیں کہ انسان کر رہا ہو غلط کام اور اس پر بھی افسوس کی بات کیا ہے کہ وہ کام اس کو زیادہ اچھا بھی لگے تو یہ کیا ہے یہ گمراہی کی انتہا ہے تو اس سے کیا بات پتہ چلتی ہے کہ اللہ رب العزت نے پرندوں کو بھی شعور دیا ہے اب انبیاء کے پاس غیب کا علم نہیں تھا اب آپ دیکھیں حضرت سلیمان علیہ السلام کو ہدہد کیا کہتا ہے کہ میں ایک ایسی اہم خبر لایا ہوں جس سے آپ بے خبر ہیں اور وہ کیا کہ وہ جو قوم سبا ہے اور ان کی جو ملکہ ہے وہ اللہ کی وحدانیت پر قائم نہیں ہیں توحید کو ماننے والے نہیں ہیں اسی لیے ہدہد جو ہے وہ حیرت کے انداز میں بات کر رہا ہے کہ اللہ کی بجائے وہ سورج کی پوجا کرتے ہیں تو آپ دیکھ لیں کہ جیسے کچھ لوگ ستاروں کی پوجا کرتے ہیں(نجوم پرست) کچھ لوگ آفتاب پرست ہیں وہ سورج کی پوجا کرتے ہیں تو یہ چیز پرندے کے لیے بڑی ہی حیرت کی بات ہے ہم سب کو بھی اپنی زندگیوں کا جائزہ لینا چاہیے کہ شیطان کے بہکاوے میں آ کر اور پھر شیطان ہمارے لیے کونسی بد عملی کی راہیں کھولتا ہے **فَصَدَّهُمْ عَنِ ٱلسَّبِيلِ فَهُمْ لَا يَهْتَدُونَ** کہ کہیں ایسا تو نہیں کہ آج ہم بھی توحید کو چھوڑ کر شرک میں مبتلا ہیں دنیا پرست ہیں غلط کام کر رہے ہیں لیکن وہ کام ہمیں بڑے اچھے لگتے ہیں بڑے دل کو پسند ہیں

آیت نمبر25۔ أَلَّا يَسْجُدُوا۟ لِلَّهِ ٱلَّذِى يُخْرِجُ ٱلْخَبْءَ فِى ٱلسَّمَٰوَٰتِ وَٱلْأَرْضِ وَيَعْلَمُ مَا تُخْفُونَ وَمَا تُعْلِنُونَ

ترجمہ۔ کہ اُس خدا کو سجدہ کریں جو آسمانوں اور زمین کی پوشیدہ چیزیں نکالتا ہے اور وہ سب کچھ جانتا ہے جسے تم لوگ چھپاتے ہو اور ظاہر کرتے ہو

یہ جو آیت نمبر 25 ہے اس کے بارے میں مفسرین یہ کہتے ہیں کہ یہ جو بات ہے یہ اب ہدہد کی نہیں ہے یہ اللہ کا کلام ہے ہدہد کی گفتگو یہاں پہ ختم ہو گئی **فَهُمْ لَا يَهْتَدُونَ** آیت نمبر 24 کے آخر پہ ہدہد کی بات ختم ہو گئی ہے کہ وہ سورج کے آگے سجدہ کرتی ہے اب اللہ ربِ العزت کی بات یہاں سے شروع ہوتی ہے اور یہ پوری آیت کیا ہے کہ یہاں سے اللہ کا کلام ہے یعنی اللہ متکلم ہے اور مخاطب ہیں مشرکین مکہ جن کو نصیحت کرنے کے لیے ایک قصہ سنایا جارہا ہے تو کچھ علماء کی یہ رائے ہے کہ یہاں اللہ کا کلام مراد ہے کہ اللہ تعالیٰ اہل مکہ کو متوجہ کرتے ہیں کہ وہ لوگ کیا کریں کہ وہ ایک اللہ کی بندگی کریں تو ایک رائے یہ ہے اچھا دوسری رائے ہے وہ یہ کہتے ہیں کہ نہیں یہ ہدہد ہی کی بات ہے ہدہد کا کلام شروع ہے اور اس میں وہ حیرت کا اظہار کرتا ہے کہ **أَلَّا يَسْجُدُوا۟ لِلَّهِ ٱلَّذِى يُخْرِجُ ٱلْخَبْءَ فِى ٱلسَّمَٰوَٰتِ وَٱلْأَرْضِ** کہ کیا بات ہے کہ وہ نہیں سجدہ کرتے اللہ کے لیے۔ وہ اللہ **ٱلَّذِى يُخْرِجُ ٱلْخَبْءَ** کہ نکالتا ہے پوشیدہ کو **ٱلْخَبْءَ** یہ مصدر ہے اور جیسے ہوتا ہے **مَخْبُء** چھپی ہوئی چیز کو کہا

جاتا ہے تو **خَبْءَ** کیا ہے پوشیدہ چیزیں اور ویسے تو پوشیدہ کے لیے بہت سے الفاظ قرآن میں استعمال ہوتے ہیں ایک ہوتا ہے چیزوں کا چھپنا اور ایک ہوتا ہے چیزوں کو چھپانا تو یہ جو ہے **اَلْخَبْءَ** یہ سب سے اونچا درجہ ہے چیزوں کو چھپانے کا مثلا جیسے کسی کے سامنے کوئی پہیلی رکھی جائے اور سوال کر کر کے اس کے سامنے جو پوشیدہ چیز ہے اس کو لایا جائے تو پوشیدہ چیز جو زمین کے اندر ہے مثلا زمین کے اندر سبزہ ہے ہمیں نظر تو نہیں آتا نا اگر زمین صاف ہے سبزہ نظر نہیں آتا لیکن کیا ہے کہ زمین کے اندر جو رُوئیدَگی پائی جاتی ہے **رُوئیدَگی** کیا ہوتی ہے سبزہ کا نکلنا اس کے اندر یہ جو صلاحیت پائی جاتی ہے اس کو بھی **خَبْءَ** کہا جاتا ہے **خَبْءَ الأرض** اسی طرح آسمان کے اندر جو بارش چھپی ہوتی ہے نظر تو نہیں آتی اس کو بھی **خَبْءَ السماء** کہا جاتا ہے کیوں آسمان سے بارش جب آتی ہے پوشیدہ ہوتی ہے لیکن اللہ اس کو نکالتا ہے۔ جو بھی آسمان میں چھپی ہوئی چیزیں ہیں جیسے فرشتے ہیں یا بارش ہے تو کون نکالتا ہے اللہ ان کو نکالتا ہے اللہ ان کو روانہ کرتا ہے تو سوال کیا ہے کہ وہ نکالتا ہے پوشیدہ چیزیں آسمانوں کی بھی اور زمین کی بھی تو مفسرین یہ کہتے ہیں کہ زمین اور آسمان کی تمام پوشیدہ چیزوں کو اللہ بے نقاب کرتا ہے تو ہدہد کیا کہہ رہا تھا کہ یہ لوگ بڑے نادان ہیں۔ پوجا یہ غیر اللہ کی کرتے ہیں اور آسمان سے جو مختلف چیزیں ہیں سورج چاند زہرہ مشتری وغیرہ تو وہ تو یہ نہیں نکال سکتے یعنی مختلف سیارے وغیرہ ، یہاں پہ خاص طور پر اشارہ بارش کی طرف ہے اور یہ کیا کرتے تھے سیاروں میں جو سب سے بڑا سیارہ تھا سورج ان کے ہاں دیوتا کی حیثیت سے تھا اہل سبا اس کی پرستش کرتے تھے تو اللہ تعالیٰ آسمان سے پوشیدہ چیزوں کو نکالتا ہے پھر اسی طرح زمین کی پوشیدہ چیزوں کی طرف اشارہ ہے زمین سے جو چیزیں بھی اگتی ہیں برآمد ہوتی ہیں مثلاً درخت ،نباتات یا دریا اور چشمے پانی کا نکلنا تو ان تمام چیزوں کا خالق اور مالک اللہ ہے تو جب پوشیدہ چیزیں ہوں یا ظاہری چیزیں ہوں خالق مالک تو اللہ ہو تو پھر اللہ کو چھوڑ کر دوسری چیزوں کی بندگی کرنے کے کیا معنی **وَيَعْلَمُ مَا تُخْفُونَ وَمَا تُعْلِنُونَ** اور وہ سب کچھ جانتا ہے جسے تم لوگ چھپاتے ہو اور جسے تم لوگ ظاہر کرتے ہو تو یہ جو آیت کا آخری حصہ ہے آیت نمبر 25 کا یہاں پہ اللہ تعالیٰ کی دو صفات کو ذہن نشین کروایا جارہا ہے کہ کس کا علم ہر چیز پر حاوی ہے ؟ اللہ تعالیٰ کا ظاہر اور مخفی سب اللہ کے نزدیک یکساں ہیں اب آپ دیکھیں کہ آفتاب نامی ایک دہکتا ہوا کرہ جس کو اپنے بھی وجود کا شعور نہیں ہے تو وہ عبادت کا مستحق تو نہیں ہو سکتا اور وہ اللہ جس کی ہر آن ایک نئی شان ہے وہ ہر لحظہ نئے نئے کرشمے کر رہا ہے تو لوگو تم کیوں نہیں اس کی پوجا کرتے تو اگر آپ ہدہد کا اس کو کلام سمجھیں تو بھی ٹھیک ہے اس لیے کہ ایک طرف وہ بتا رہا ہے حضرت سلیمان علیہ السلام کو کہ ملکہ سبا اور اس کی قوم اللہ کو چھوڑ کر سورج کی پوجا کرتی ہے وجہ بھی بتا رہا ہے کہ شیطان نے ان کے اعمال ان کے لیے خوبصورت بنا دیے ہیں اس لیے وہ توحید اور صراط مستقیم کا راستہ نہیں پا رہے تیسری طرف وہ یہ پیغام بھی دے رہا ہے کہ اس کو کیوں نہ مانا جائے اس کے سامنے کیوں نہ سجدہ کیا جائے جو کہ آسمانوں اور زمین کے ظاہر اور پوشیدہ ہر طرح کے راز جانتا ہے تو زمین کی نباتات جو ابھی ظہور میں بھی نہیں آئیں ظاہر بھی نہیں ہوئیں زمین کی قوت روئیدگی اس کو بھی اللہ جانتا ہے اور آسمان کے اندر جو بارش ہے ہمیں تو بارش جب آتی ہے تو نظر آتی ہے لیکن جو اس کے اندر بارش کا خزانہ چھپا ہوا ہے وہ بھی اللہ کو اس کا علم ہے اور بعض مفسرین تو یہ بھی کہتے ہیں کہ زمین کے اندر تیل ہے جلنے والی گیسیں ہیں معدنیات ہیں وہ سب چیزیں **خَبْءَ الأرض** کے اندر آتی ہیں تو یہ سارے خزانے ہیں اللہ نے رکھے ہیں۔ اور آپ دیکھ لیں کہ جو سائنسدان ہیں وہ ہر وقت زمینوں کو کھودتے رہتے ہیں پتہ کرتے رہتے ہیں اندازہ کرتے رہتے ہیں لیکن انتظار میں رہتے ہیں کہ کب کونسی بات جو ہے وہ پتہ چلے گی تو جب نظر آتی ہے تو مانتے ہیں ویسے وہ انکار کرتے ہیں لیکن اب یہاں

بھی بتایا جا رہا ہے کہ سارے خزانوں کا علم اللہ کے پاس ہے اور اللہ کی ذات کیسی ہے **وَيَعْلَمُ مَا تُخْفُونَ وَمَا تُعْلِنُونَ** کہ وہ پوشیدہ اور ظاہر ہر چیز کو جانتا ہے تو اگر یہ سمجھا جائے کہ متکلم اللہ تعالیٰ کی ذات ہے متکلم ہدہد نہیں ہے تو مخاطب کون ہے؟ اہل مکہ اور اگر یہ سمجھا جائے کہ بات کرنے والا ہدہد ہے تو پھر مخاطب کون ہے؟ کہ حضرت سلیمان علیہ السلام کو بات بتا رہا ہے خبر دے رہا ہے اورپھر اگلی آیت یہ بہت اہم آیت ہے

آیت نمبر 26۔ ٱللَّهُ لَآ إِلَٰهَ إِلَّا هُوَ رَبُّ ٱلْعَرْشِ ٱلْعَظِيمِ

ترجمہ۔ اللّٰہ کہ جس کے سوا کوئی مستحقِ عبادت نہیں، جو عرش عظیم کا مالک ہے

وہ اللہ ہے معبود وہ اللہ جس کے سوا کوئی عبادت کے لائق نہیں **رَبُّ ٱلْعَرْشِ ٱلْعَظِيمِ** جو عرش عظیم کا مالک ہے مفسرین کیا بات بتاتے ہیں کہ اصل میں یہ آیت 25 اور 26 بھی اللہ کا کلام ہے کیوں اس لیے کہ ہد ہد کو ملکہ سبا کا محل کیسا لگا کہ اس کا عرش بہت بڑا ہے، بڑا زبردست ہے، بڑا عظیم ہے لیکن اصل بات کیا ہے؟ اللہ تعالی اصل عرش عظیم کا مالک ہے، اللّٰہ کا عرش بہت بڑا ہے، اس کا عرش تمام آسمان اور زمین پر حاوی ہے، اللّٰہ کے عرش کے آگے کسی کے عرش کی بھی خواہ وہ کتنا ہی بڑا کیوں نہ ہو کوئی وُقعت نہیں ہے اور کوئی حیثیت نہیں ہے تو اب جو ہے ہدہد نے جو ملکہ سبا کے بارے میں یہ یقینی خبر دی تھی کہ اس کا عرش عظیم ہے اللہ تعالی کہہ رہے ہیں کہ عرش عظیم تو صرف اللہ کا ہے اس کے عرش کے مقابلے میں کسی کا تخت عظیم ہو ہی نہیں سکتا نہ ہی اللہ کے مقابلے میں آفتاب یا پھر دوسری چیزوں کو **الہ** کہا جا سکتا ہے اور نہ ہی پھر ان کو سجدہ کیا جا سکتا ہے یہ ہے اصل بات کہ اللہ تعالی کائنات کی ہر چیز کا مالک ہے عرش الہی کائنات کی سب سے بڑی چیز ہے، سب سے برتر ہے تو گو کہ ملکہ سبا کا عرش بھی بڑا تھا لیکن اسے جو اللہ کا عرش ہے اس سے کوئی نسبت نہیں اور عرش عظیم جو اللّٰہ کا عرش ہے جو اللّٰہ کی کرسی ہے اس پر اللّٰہ تعالی اپنی شان کے مطابق حکومت کر رہا ہے مستوی ہے تو دراصل یہاں پہ اللّٰہ کی عظمت اور اللہ کی شان کو بیان کیا جا رہا ہے تو اگر ہم یہ سمجھتے ہیں کہ یہ اللہ کا کلام ہے یعنی جیسے کہ آیت 25 بھی اور آیت 26 بھی تو پھر معنی کیا ہیں کہ اللّٰہ تعالی کہہ رہے ہیں کہ ملکہ سبا کا جو عرش ہے اس کو میرے عرش سے کوئی نسبت نہیں اگر اس کو سمجھیں کہ یہ ہدہد کا کلام ہے تو ہدہد کیا کہہ رہا ہے کہ گو کہ ملکہ سبا کا عرش بھی بڑا ہے لیکن اللہ کا جو عرش ہے وہ عرش عظیم ہے ملکہ سبا کے عرش کو اللّٰہ کے عرش سے کوئی نسبت نہیں ہے یعنی اللہ تعالی کی شان بڑی اعلیٰ ہے بڑی ارفع ہے اور **(مفہوم حدیث)** ہے کہ چار جانور ہیں ان کو قتل مت کرو چیونٹی، شہد کی مکھی، ہد ہد اور (صرد)لٹورا کو کہتے ہیں۔ (صُرَدْ کیا ہوتا ہے لٹورا ہوتا ہے جس کا سر بڑا پیٹ سفید پیٹھ سبز ہوتی ہے یہ چھوٹے چھوٹے پرندوں کو شکار کرتا ہے ابن کثیر کے مطابق) تو بہرحال یہاں پر کیا ہے کہ اللہ تعالی کی عظمت اور شان کو بیان کیا گیا ہے

آیت نمبر 27۔ قَالَ سَنَنظُرُ أَصَدَقْتَ أَمْ كُنتَ مِنَ ٱلْكَٰذِبِينَ

ترجمہ۔ حضرت سلیمان علیہ السلام نے کہا "ابھی ہم دیکھے لیتے ہیں کہ تو نے سچ کہا ہے یا تو جھوٹ بولنے والوں میں سے ہے

یہاں بات ختم ہو جاتی ہے اور حضرت سلیمان علیہ السلام کہتے ہیں **سَنَنظُرُ** ابھی ہم دیکھتے ہیں ابھی فوراً پتہ چل جائے گا **أَصَدَقْتَ** کیا تو نے سچ کہا **أَمْ كُنتَ مِنَ ٱلْكَٰذِبِينَ** یا تو جھوٹ بولنے والوں میں سے ہے۔ اور وہ کیا کرتے ہیں وہ اس کے لیے ایک کام دیتے ہیں اور وہ کیا ہے؟

آیت نمبر 28۔ ٱذْهَب بِّكِتَٰبِى هَٰذَا فَأَلْقِهْ إِلَيْهِمْ ثُمَّ تَوَلَّ عَنْهُمْ فَٱنظُرْ مَاذَا يَرْجِعُونَ

ترجمہ۔ میرا یہ خط لے جا اور اسے ان لوگوں کی طرف ڈال دے، پھر الگ ہٹ کر دیکھ کہ وہ کیا رد عمل ظاہر کرتے ہیں"

ٱذْهَب چلا جا میرا خط لے کر **بِّكِتَٰبِى** لکھنے کو کہتے ہیں کتاب لکھی ہوئی چیز کو کہتے ہیں یہاں کتاب سے مراد خط ہے کہ میرا خط لے کر جا **هَٰذَا** یہ۔ یہ عام خط نہیں تھا یہ دعوتی خط تھا میرے اس دعوتی خط کو لے کر جا **فَأَلْقِهْ إِلَيْهِمْ** پس ڈال دے اس کو ان کی طرف اور میرے خط کو ان لوگوں کی طرف ڈال دے **إِلَيْهِمْ** سے کون سے لوگ مراد ہیں؟ ملکہ سبا اور جو اس کے درباری تھے میرے خط کو لے جا اور ان کی طرف ڈال دے **ثُمَّ تَوَلَّ عَنْهُمْ** پھر الگ ہٹ جا ان سے **تَوَلَّ** یہ دوستی کے معنی میں بھی آتا ہے۔ ولایت اور یہ لفظ حاکمیت کے معنی میں بھی آتا ہے اور یہ لفظ پھر جانے کے معنی میں بھی آتا ہے ہٹ جانا پھر جانے کے معنی میں کب آتا ہے **تَوَلَّ** کے ساتھ جب **عَنْ** آجاتا ہے **تَوَلَّ عَنْهُمْ** پھر کیا کر کہ پھر ان کے پاس سے ہٹ آ ان سے دور ہو جا **فَٱنظُرْ** پھر دیکھ **مَاذَا يَرْجِعُونَ** کہ وہ کیا جواب دیتے ہیں ،وہ کیا رد عمل ظاہر کرتے ہیں **يَرْجِعُونَ (ر ج ع)**سے ہے بعض لوگوں نے یہ کہا کہ پھر دیکھنا کہ آپس میں کیا بات چیت کرتے ہیں اور ویسے بھی شاہی آداب کے یہ بات خلاف ہے کہ بالکل کسی کے سر پر چڑھ کر کھڑے ہو جایا جائے بلکہ کیا ہے کہ خط دے کر پھر ذرا دور ہو کر کھڑے ہو جانا یہ اس کے معنی ہیں یا یہ کہ ان کی نظروں سے ہٹ جانا تاکہ پتہ چل جائے کہ وہ آپس میں کیا بات کر رہے ہیں کیا ان کا مشورہ ہے اور **يَرْجِعُونَ** کے ایک معنی کیا ہیں کہ ان کی آپس کی بات چیت اور دوسرے معنی کیا ہیں کہ وہ خط کا کیا جواب دیتے ہیں

آیت نمبر29۔ قَالَتْ يَٰٓأَيُّهَا ٱلْمَلَؤُا۟ إِنِّىٓ أُلْقِىَ إِلَىَّ كِتَٰبٌ كَرِيمٌ

ترجمہ۔ ملکہ بولی "اے اہلِ دربار، میری طرف ایک بڑا اہم خط پھینکا گیا ہے

ملکہ بولی کہ بے شک میری طرف ایک بڑا ہی اہم خط پھینکا گیا ہے **كَرِيمٌ** کا روٹ کیا ہے **(ک ر م)**کسے کہتے ہیں انگور کی بیل اور عربوں کے ہاں انگور، انگور کی بیل کو بڑی عزت، کرم، دولت، خیر سمجھا جاتا تھا اس سے وہ بہت کام لیتے تھے باڑھ کا کام بھی لیتے تھے باغوں کے گرد اس کو پھل کے طور پر استعمال کرتے تھے انگوروں کی بیلوں سے سائے کا کام بھی لیتے تھے اور انگوروں سے شراب بھی بناتے تھے تو مختلف طرح سے کسی کے بارے میں یہ کہنا کہ وہ بڑا خیر و برکت والا ہے وہ بڑا خوبیوں والا ہے وہ بڑا عزت والا ہے تو یہ لفظ استعمال کیا جاتا ہے اب آپ دیکھیں پیچھے

بھی آپ نے یہ کریم لفظ پڑھا تھا اب یہاں پہ بھی کریم لفظ ہے اور یہاں پہ کریم کس کے لیے آیا ہے ؟ خط کے لیے آیا ہے اور اس کے کیا معنی ہیں اس کے ایک معنی تو یہ ہیں کہ جب ملکہ نے یہ کہا **قَالَتْ** کیسے پتہ چل رہا ہے کہ ملکہ نے کہا **تْ** کی وجہ سے یہ مؤنث کی نشانی ہے **قَالَتْ** کہا ملکہ نے اگر **قَالَا** ہوتا تو مرد نے کہا تو ملکہ نے کہا اے میرے درباریوں! اے میرے مشیروں ! **إِنِّىٓ أُلْقِىَ** یہ ماضی مجہول ہے ڈالا گیا ہے میری طرف **إِلَىَّ** میری طرف اب یہ نہیں پتہ چلا کہ ڈالا کس میں ہے جو مجہول ہے اس میں یہ بات یاد رکھیں مجہول کے اندر فاعل کا نہیں پتہ چلتا فاعل پوشیدہ ہوتا ہے کہ ڈالا گیا ہے میری طرف کیا چیز ڈالی گئی **كِتَٰبٌ كَرِيمٌ** ایک کریم خط کہتے ہیں کہ ملکہ جو تھی وہ محل میں اپنے کمرے کے اندر تھی آرام کر رہی تھی اور ہد ہد نے جا کر اس کے سینے پر خط رکھ دیا اور بعض کہتے ہیں کہ وہ روشن دان سے گیا یعنی بالکل خاموشی سے پتہ بھی نہیں چلا اور جا کر اس پر خط رکھ دیا اب ہمیں اس سے بحث نہیں ہے کہ کیسے ڈالا گیا قرآن حدیث سے یہ پتہ چل رہا ہے کہ خط اس کی طرف ڈال دیا گیا **كَرِيمٌ** کے ایک معنی یہ ہیں کہ وہ جو خط تھا اس کا مضمون بڑا کریم تھا خط کے اندر جو عنوان تھا خط کے اندر جو بات تھی وہ بڑی عظیم تھی اور کیونکہ یہ دعوتی خط تھا ابھی ہم آگے پڑھیں گے خط کے اندر کیا ہے تو ایک اس کے معنی کیا ہیں کہ یہ خط جو تھا یہ بڑا ہی عظیم تھا یعنی اس کا مضمون بڑا ہی خاص مضمون تھا دوسرے اس کے معنی کیا ہیں کہ یہ خط **كِتَٰبٌ كَرِيمٌ** یہ خط بڑے غیر معمولی طریقے سے ان کو ملا عام طریقے سے نہیں جیسے ہوتا ہے نا ڈاک کا نظام ہے یا کسی طرح سے بھی کوئی چیز کسی کو دی جائے بلکہ کہ غیر معمولی طریقے سے خط ملا پھر اس کے اور معنی کیا ہیں خط کی کرامت کیا تھی خط کے کریم ہونے کی وجہ کیا تھی؟ کہتے ہیں کہ اس پر مہر لگی ہوئی تھی ابن عباس رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ وہ خط جو مہر شدہ ہو تو وہ خاص خط ہے وہ شاہی خط ہے یعنی معمولی درجے کا خط نہیں ہے بلکہ کیا ہے کہ وہ مہر لگا کر بڑے خاص طریقے سے بھیجا گیا ہے کیوں ؟اس لیے کہ اگر کوئی معمولی درجے کا خط ہوگا تو وہ عام طریقے سے آئے گا ایک خط ہے مہر لگا ہوا ہے بڑا خاص اس کا مضمون ہے تو اس وجہ سے اس کو کریم کہا گیا اور ایک وجہ یہ بھی کہ اس کا جو لکھنے کا انداز تھا اندر تحریر بڑی ہی مختصر تھی اور بڑے خاص اورمختلف طریقے سے اس کو شروع کیا گیا تھا بہرحال اصل بات کیا ہے کہ اس کا مضمون کریم تھا اس کا بھیجنے والا کریم تھا یا پھر یہ کہ وہ خط کریم تھا تو اصل بات کیا ہے کہ میری طرف ایک بڑا ہی اہم خط عزت والا خط بھیجا گیا ہے

آیت نمبر 30۔ إِنَّهُۥ مِن سُلَيْمَٰنَ وَإِنَّهُۥ بِسْمِ ٱللَّهِ ٱلرَّحْمَٰنِ ٱلرَّحِيمِ

ترجمہ۔ وہ حضرت سلیمان علیہ السلام کی جانب سے ہے اور اللہ رحمٰن و رحیم کے نام سے شروع کیا گیا ہے

اب حضرت سلیمان علیہ السلام کا جو بھیجاہوا خط ہے اس کے بارے میں ملکہ اپنے درباریوں کو یہ بات بتاتی ہے کہ کیوں یہ خط بڑا کریم ہے اس لیے کہ اس کا انداز بڑا مختلف ہے **إِنَّهُۥ مِن سُلَيْمَٰنَ** بے شک وہ حضرت سلیمان علیہ السلام کی طرف سے ہے یعنی گویا کہ وہ خط جو ہے اس کا مضمون حاکمانہ ہے کیونکہ ایک حاکم کی طرف سے ہے **وَإِنَّهُۥ بِسْمِ ٱللَّهِ ٱلرَّحْمَٰنِ ٱلرَّحِيمِ** اس کا انداز مختلف ہے یہ خط **الرَّحمٰنِ** اور **الرَّحيمِ** کے نام سے شروع کیا گیا ہے اور ان ناموں سے یہ لوگ قطعًا متعارف نہیں تھے ان کو پتہ نہیں تھا رحمان اور رحیم بھی کوئی نام ہوتا ہے تو اب وہ یہ بات بتاتی ہے کہ یہ رحمان

اور رحیم کی طرف سے ہے تو ان کو رحمان اور رحیم کا پتہ ہی نہیں تھا ایک رائے تو یہ ہے اور دوسری رائے کیا ہے کہ کہتے ہیں کہ ملکہ سبا نے جو خط کا خلاصہ پیش کیا اور یہ کہا کہ وہ رحمان اور رحیم کی طرف سے ہے تو اس لیے کہ وہ لوگ جو تھے ان کو کچھ اس بات کا اندازہ تھا کہ رحمان اور رحیم کون ہے کیونکہ کہتے ہیں کہ تورات اور تلمود میں ایسے اشارات ملتے ہیں کہ ان کو اس بات کا کچھ اندازہ تھا **إِنَّهُۥ مِن سُلَيۡمَٰنَ وَإِنَّهُۥ بِسۡمِ ٱللَّهِ ٱلرَّحۡمَٰنِ ٱلرَّحِيمِ** تو خاص طور پر اس کو بسم اللہ الرحمن الرحیم سے شروع کیا گیا ہے اب آپ دیکھیں کہ عام طور پر ہم ایسے خط نہیں لکھتے نہ ہی لکھنے والا اپنا نام شروع میں لکھتا ہے مرسل کون ہوتا ہے خط لکھنے والا تو مرسل جو ہے حضرت سلیمان علیہ السلام کی طرف سے یعنی بھیجنے والے نے شروع میں اپنا نام لکھا ہے دوسری بات کیا کی ہے کہ آغاز بسم اللہ الرحمن الرحیم سے کیا ہے اللہ کے نام سے جو رحمان اور رحیم ہے اس سے کیا ہے اور پھر جو ہے جب اس نے خط لکھا ہے تو خط کا خلاصہ کیا ہے مرسل علیہ یعنی ملکہ سبا کی طرف جو خط بھیجا گیا ہے اس کا خلاصہ ہے

آیت نمبر31- أَلَّا تَعۡلُواْ عَلَيَّ وَأۡتُونِي مُسۡلِمِينَ

ترجمہ۔ مضمون یہ ہے کہ "میرے مقابلے میں سرکشی نہ کرو اور مسلم ہو کر میرے پاس حاضر ہو جاؤ"

تم لوگ **تَعۡلُواْ** نہ کرو **(ع ل و)**معنی کیا ہیں اس کے یعنی بلندی ،اوپر چڑھنا، بلندی اختیار کرنا ،،زور پکڑنا سرکش ہو جانا تو حضرت سلیمان علیہ السلام نے خط کے اندر یہ لکھا ہوا تھا کہ تم لوگ سرکشی نہ کرو میرے اوپر میرے مقابلے میں تم لوگ تکبر مت کرو **وَأۡتُونِي** اور چلے آؤ اور حاضر ہو جاؤ اور آ جاؤ میرے پاس **وَأۡتُونِي** میرے پاس آجاؤ **مُسۡلِمِينَ** مسلمان بن کر میرے پاس تابعدار ہو کر آجاؤ مسلم کے ایک معنی تو یہ ہی ہیں کہ تم اسلام قبول کرلو دوسرے معنی کیا ہیں کہ تم میری بات مانو تابعداری اختیار کرو اور اگر کوئی مسلمان ہوتا ہے تو کیا ہے کہ پیغمبر وقت کو بھی مانتا ہے تو اسلام کے اندر بھی دونوں باتیں پائی جاتی ہیں کہ تم میرا کہنا مانو پیغمبر کی بات مانو میں اللہ کا پیغمبر ہوں اور تم اللہ تعالی کی اطاعت اختیار کرو اب آپ دیکھیے کہ یہ جو دعوتی خط تھا اس کا مقصد دین کی اشاعت اور سر بلندی تھی کیونکہ حضرت سلیمان علیہ السلام کوئی دنیا دار بادشاہ تھوڑی تھے آپ کا مقصد اللہ کے دین کو غالب کرنا تھا اور خط لکھنے کا اصل مدع کیا تھا کہ تم اللہ تعالی کی حاکمیت کو قبول کرلو تم اطاعت اختیار کرلو اور میرے مقابلے میں سر کشی نہ کرو آپ دیکھیں کہ کتنے مختصر انداز میں جامع انداز میں حضرت سلیمان علیہ السلام نے اللہ کی مکمل اطاعت کی دعوت دی ہے پہلے اللہ کی اطاعت کی دعوت دی ہے **أَلَّا تَعۡلُواْ عَلَيَّ وَأۡتُونِي مُسۡلِمِينَ** یعنی **إِنَّهُۥ مِن سُلَيۡمَٰنَ وَإِنَّهُۥ بِسۡمِ ٱللَّهِ ٱلرَّحۡمَٰنِ ٱلرَّحِيمِ** اگر آپ دیکھیں اللہ کے نام سے جو رحمان اور رحیم ہے اس کے نام سے میں نے شروع کیا ہے تو یہ کیا دعوت ہے اللہ کی دعوت ہے یہ توحید کی دعوت ہے پہلی چیز حضرت سلیمان علیہ السلام نے کیا کیا کہ اللہ تعالی کی دعوت دی اللہ کا تعارف کروایا دوسری چیز کہا کہ میرے پاس حاضر ہو جاؤ میرے پاس آؤ اور تیسری چیز کیا ہے کہ میرے مقابلے میں سرکشی نہ دکھاؤ اگر تم نے سرکشی دکھائی تو نقصان اٹھاؤ گی تو گویا کہ گفتگو میں نپے تلے جملے ہیں اصولی باتیں ہیں کوئی لچک نہیں ہے بڑے خوبصورت انداز

میں حضرت سلیمان علیہ السلام نے ملکہ سبا کو دعوت دی ہے اور معنی کیا ہیں کہ سورج کی پوجا چھوڑ کر مسلم بن جاؤ اور دوسری معنی کیا ہیں کہ چونکہ میں نبی ہوں تو میرا کہنا مانو اور میرے پاس آ جاؤ تو اچھا یہاں پر اب ہمارے سامنے یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ جو خطوط لکھے جاتے ہیں ہمارے ہاں ان کا انداز کیا ہوتا ہے کہ ہم جب خط لکھتے ہیں تو شروع میں تو ہم اپنا نام نہیں لکھتے کہ رحمان کی بندی نسرین کی طرف سے فلاں کے نام ہم ایسے تو نہیں لکھتے اپنا نام بھی نہیں لکھتے شروع میں اور جس کو لکھ رہے ہوتے ہیں اس کا نام بھی نہیں لکھتے اور ہمارے خطوں میں بے شک کسی بھی مقصد کے لیے لکھے جائیں لیکن دعوت کتنی ہوتی ہے اللہ کے دین کی تو ہمارے خط کس مقصد کے لیے لکھے جاتے ہیں اور ان کا طریقہ کیا ہوتا ہے اور رسول اللہ ﷺ نے بھی خطوط لکھے ہیں اور آپ نے جو خط لکھے آپ کے خطوط بھی دعوتی خطوط تھے اور آپ نے جب خط لکھے تو آپ کا یہی طریقہ تھا "**من محمد عبداللّٰہ ورسولہ**" اور پھر اب آپ دیکھ لیں کہ محمد کی طرف سے اللّٰہ کا بندہ اور اس کا رسول تو رسول اللہ ﷺ کیا کرتے تھے کہ اپنا بھی تعارف کرواتے تھے اور اللہ کا تعارف بھی کرواتے تھے اور پھر آپ نے جو خط لکھے تو اس زمانے میں خطوں میں آپ نے اپنے ارد گرد کے جولوگ تھے بادشاہ تھے ان کو اسلام کی دعوت دی توحید کی دعوت دی تو اس سے یہ بات پتہ چلتی ہے کہ ہماری زندگی کا بھی یہ مقصد ہونا چاہیے کہ ہم موجودہ زمانہ کا جو بھی میڈیا ہے جو ذرائع ابلاغ ہیں ان کو دعوت کے لیے استعمال کریں اور دوسری بات ہمیں یہ بھی پتہ چلتی ہے کہ جب خط لکھیں تو اس میں لکھنے کا طریقہ کیا ہے پہلی بات کہ اس کو اللّٰہ کے نام سے شروع کیا جائے بسم اللہ الرحمن الرحیم دوسری بات اس میں اپنا نام شروع میں ہی لکھ دینا چاہیے ہم خط لکھتے ہیں بعض اوقات نام بھی نہیں لکھا ہوتا تو کیا کرنا چاہیے اپنا لکھنا چاہیے اور تیسری بات جو خط ہو وہ صحیح طریقے سے بند کیا ہو ٹھیک طریقے سے اس کو بھیجا جانا چاہیے اور چوتھی بات کہ خط کا مضمون مختصر ہونا چاہیے خط جامع ہونا چاہیے مگرمختصر ہونا چاہیے اور آپ دیکھیں کہ بعض اوقات خط کو آپ پڑھتے ہیں بار بار پڑھتے ہیں پھر بھی پتہ نہیں چلتا کہ خط لکھا کس لیے گیا ہے اور جب نام بھی اوپر نہیں لکھا ہوتا تو پتہ ہی نہیں چلتا کہ کہاں سے آیا ہے پتہ لکھا ہوا نہیں ہے تو اور مشکل ہو جاتی ہے تو یہ بات بہت اہم ہے کہ نام بھی لکھا جائے اور اس کے ساتھ طریقہ پتہ وغیرہ بھی اور پھر اللّٰہ کے نام سے شروع کیا جائے اور یہ بات بھی بہت اہم ہے کہ بسم اللّٰہ لکھنا یہ انبیاء کی سنت ہے یہ **بِسمِ اللّٰہِ الرَّحمٰنِ الرَّحیم** آپ سوچیں یہ پوری کی پوری حضرت سلیمان علیہ السلام کے زمانے میں موجود تھی تو اصل بات کیا ہے کہ دراصل یہ انبیاء کی سنت ہے بسم اللّٰہ الرحمن الرحیم اور وہ اپنے کاموں کےآغاز میں شروع میں **بِسمِ اللّٰہِ الرَّحمٰنِ الرَّحیم** کا استعمال کیا کرتے تھے تو قرآن مجید سے ہمیں اپنی عملی زندگی کے اصول لینے چاہیں اور ابن ابی حاتم نے نقل کیا ہے کہ دراصل حضرت سلیمان (علیہ السلام) نے اپنے خط میں اس طرح لکھا تھا۔ بسم اللّٰہ الرحمٰن الرحیم۔ **من سلیمان بن داوٗد الی بلقیس ابنتہ ذی شرح و قومہا۔ ان لا تعلوا** مزید جو آگے تھا تو اس طرح کا پتہ چلتا ہے) تو بہرحال ہم سب کی جو ذمہ داری بنتی ہے وہ یہ ہے کہ ہم اچھے طریقے سے جامع بلیغ مؤثر اور مختصر خط لکھیں اس میں دعوٰی ضرور کیا کریں اور اس کے ساتھ کوشش کریں کہ ہم جامع کلام کریں **أَلَّا تَعْلُوا عَلَيَّ وَأْتُونِي مُسْلِمِينَ**۔